ہر سال ڈینگی مچھر کا حملہ شروع ہونے سے پہلے ہمارا بلدیاتی نظام کہاں ہوتا ہے؟

ہسپتال والے اپنے بستر بھر لیتے ہیں، لیبارٹری والے اپنی ٹیسٹ کٹس ختم ہونے کا رونا روتے ہیں، اور ہم اخبار میں صرف یہ پڑھتے ہیں کہ کس یونین کونسل میں کتنے کیس رپورٹ ہوئے

(اداریہ) اداریہ ڈیسک

ہر سال جون کے آخر یا جولائی کے شروع میں ایک ہی منظر دوبارہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہسپتالوں کے باہر لمبی قطاریں، ایمرجنسی وارڈ میں بخار سے تپتے بچے، لیبارٹری کے باہر پریشان چہرے اور اخبار کے اندر چند چھوٹی خبریں کہ فلاں علاقے میں اتنے کیس رپورٹ ہوئے۔ پھر اگست کے آخر میں یہ خبریں بڑی سرخیوں میں بدل جاتی ہیں، اور ستمبر آتے آتے ہم سب یہ مان لیتے ہیں کہ ڈینگی ایک موسمی آفت ہے جس کے سامنے ہم بے بس ہیں۔ یہ رویہ سب سے خطرناک ہے، کیونکہ یہ ہمیں اس سوال سے ہی آزاد کر دیتا ہے جو اصل میں پوچھا جانا چاہیے: ہر سال ہمیں پتا ہوتا ہے کہ مچھر کہاں سے آئے گا، تو پھر ہم اس کے آنے سے پہلے کیا کر رہے ہوتے ہیں؟

ڈینگی کوئی اچانک نازل ہونے والی بیماری نہیں۔ اس کا پورا موسم ہمارے سامنے گزرتا ہے۔ مئی کے آخر میں درجۂ حرارت بڑھتا ہے، جون میں پہلی بارش کے بعد کھڑا پانی ہر گلی، ہر پلاٹ اور ہر ٹوٹے ہوئے برتن میں جمع ہو جاتا ہے، اور جولائی تک مادہ مچھر کی افزائش اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ یہ کوئی راز نہیں، یہ ایک معلوم سائیکل ہے۔ اس کے باوجود ہر سال ہم اسی جگہ کھڑے ہوتے ہیں جہاں پچھلے سال کھڑے تھے، جیسے ہمارے پاس کیلنڈر ہی نہ ہو۔

اصل سوال یہ نہیں کہ مچھر کتنے ہیں، بلکہ یہ ہے کہ ہمارے بلدیاتی ادارے ان کے لیے کتنی جگہ چھوڑتے ہیں۔ ایک مچھر ایک کپ پانی میں انڈے دیتا ہے، اور اگر ہر گھر، ہر دکان اور ہر خالی پلاٹ پر یہ کپ موجود ہو تو ہزاروں مچھر پیدا ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ اس لیے مہم کا مطلب صرف دوا چھڑکنا نہیں بلکہ پانی کے ہر ممکن ٹھکانے کو ختم کرنا ہے۔ مگر ہوتا کیا ہے؟ ٹیمیں آتی ہیں، کچھ گھروں کے دروازے کھٹکھٹاتی ہیں، کچھ کو جرمانے کی دھمکی دی جاتی ہے، اور پھر سب کچھ ویسا ہی چلتا رہتا ہے جیسا پہلے تھا۔ جرمانے کی رقم اتنی کم ہے کہ بہت سے لوگ اسے ادا کرنے کے بجائے خاموشی سے برداشت کر لیتے ہیں، اور یوں ایک سخت قانون ایک مذاق بن کر رہ جاتا ہے۔

ہسپتالوں کی صورتحال اس سے بھی زیادہ افسوسناک ہے۔ ہر سال ڈینگی کے مریضوں کے لیے بستر کم پڑ جاتے ہیں، پلیٹلٹس کی ایک ایک بوتل کے لیے رشتہ دار در در پھرتے ہیں، اور بعض علاقوں میں لوگ اپنے بیمار بچوں کو لے کر رات رات بھر قطار میں کھڑے رہتے ہیں۔ یہ منظر ہر سال اتنی باقاعدگی سے دہرایا جاتا ہے کہ اب یہ خبر بھی نہیں لگتا۔ ہم نے اس تکلیف کو اتنا معمول بنا لیا ہے کہ اس کے خلاف غصہ بھی کم ہو گیا ہے، حالانکہ یہ غصہ سب سے زیادہ جائز ہونا چاہیے۔

اس بحران کا ایک اور پہلو وہ خاموشی ہے جو اس کے گرد طاری رہتی ہے۔ ڈینگی کے مریض کی موت کی خبر اکثر اس طرح آتی ہے جیسے کسی بزرگ کے انتقال کی خبر ہو، حالانکہ یہ ایک بچے کی موت ہوتی ہے جو بچ سکتا تھا۔ اگر ہر موت کے بعد ایک ذمہ دار کا نام سامنے آئے، ایک انکوائری بیٹھے اور ایک رپورٹ شائع ہو، تو شاید ہم اگلے سال اس سے بہتر تیاری کر سکیں۔ مگر ہم نے ہر موت کو قسمت کا لکھا مان کر فائل بند کر دینے کی عادت بنا لی ہے۔

اس سارے منظر نامے میں سب سے بڑا سوال بلدیاتی نظام کی موجودگی یا غیر موجودگی کا ہے۔ جن علاقوں میں منتخب بلدیاتی ادارے فعال ہیں، وہاں صفائی، فوگنگ اور شکایات کے ازالے کا ایک نظام موجود ہوتا ہے، جبکہ جہاں ایسے ادارے برسوں سے معطل پڑے ہیں، وہاں ہر شکایت ایک فائل بن کر کسی دفتر میں گم ہو جاتی ہے۔ ڈینگی کا مقابلہ صرف ہسپتال نہیں کر سکتے، اس کے لیے ایک ایسا نظام چاہیے جو ہر گلی تک پہنچ سکے، اور ایسا نظام بلدیاتی ادارے ہی ہو سکتے ہیں۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ہم ڈینگی کو ایک موسمی آفت کہنا چھوڑ دیں اور اسے ایک ایسا امتحان سمجھیں جو ہر سال ہمارے بلدیاتی نظام کی کارکردگی کا پرچہ لیتا ہے۔ ہر سال ہم یہ پرچہ فیل ہوتے ہیں، اور ہر سال ہم اگلے سال دوبارہ بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر ہم نے اس بار بھی یہ پرچہ ویسے ہی حل کیا جیسے پچھلے سال کیا تھا، تو نتیجہ بھی ویسا ہی آئے گا۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ اس بار ہسپتالوں میں بستر پہلے سے کم ہوں گے، کیونکہ مریض پہلے سے زیادہ ہوں گے۔

(اداریہ) اداریہ ڈیسک

صفائی مہم کے نام پر ٹھیکے، حقیقت میں کچرا وہیں: ضلع کونسل کے 3 کروڑ 40 لاکھ روپے کا حساب کون دے گا؟

ٹھیکیدار کو ادائیگی ہو چکی، مگر شہر کے 14 میں سے 5 بڑے نالوں سے کچرا نہیں اٹھایا گیا؛ ضلع کونسل کی اپنی رپورٹ میں 2 ٹریکٹر اور 1 ایکسکیویٹر کاغذوں میں موجود ہیں، سڑکوں پر نہیں

(اداریہ) اداریہ ڈیسک

ضلع کونسل کی جانب سے 3 کروڑ 40 لاکھ روپے کی جس صفائی مہم کا اعلان کیا گیا تھا، اس کا سب سے نمایاں نتیجہ اب تک یہ سامنے آیا ہے کہ شہر کے بڑے نالوں سے کچرا نہیں اٹھایا گیا۔ ٹھیکیدار کو ادائیگی ہو چکی، مگر شہر کے 14 میں سے 5 بڑے نالوں سے کچرا نہیں اٹھایا گیا۔ ضلع کونسل کی اپنی رپورٹ میں 2 ٹریکٹر اور 1 ایکسکیویٹر کاغذوں میں موجود ہیں، سڑکوں پر نہیں۔ یہ وہ سوال ہے جو اب شہری کھلے عام پوچھ رہے ہیں، کیونکہ جواب ابھی تک کسی ذمہ دار کی طرف سے سامنے نہیں آیا۔

مہم 12 مارچ کو شروع ہوئی تھی اور اسے 25 مارچ تک مکمل ہونا تھا۔ اس کے تحت 14 بڑے نالوں، 3 کچرا کنڈیوں اور 2 ٹرانسفر اسٹیشنوں سے کچرا اٹھانا تھا۔ ٹھیکہ ایک مقامی کمپنی کو دیا گیا، جس کے ساتھ 6 ٹریکٹر، 2 ایکسکیویٹر اور 40 صفائی کارکنوں کی خدمات لینے کا معاہدہ ہوا۔ پہلے ہفتے میں ہی یہ فرق سامنے آ گیا کہ کاغذ پر جتنی گاڑیاں دکھائی گئی ہیں، اتنی سڑکوں پر دکھائی نہیں دیتیں۔

ضلع کونسل کے ترجمان کے مطابق 2 ٹریکٹر اور 1 ایکسکیویٹر کی عدم دستیابی کی وجہ سے 5 نالوں تک کچرا نہیں پہنچ سکا۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک ٹریکٹر خراب ہے اور دوسرا ایندھن کی کمی کا شکار ہے، جبکہ ایکسکیویٹر کو ایک اور علاقے میں ترجیحی بنیادوں پر بھیج دیا گیا تھا۔ یہ وضاحت اپنی جگہ، مگر سوال یہ ہے کہ جب مہم کا آغاز ہی 14 نالوں کے لیے کیا گیا تھا تو 9 نالوں کے لیے وسائل پہلے سے کیوں یقینی نہیں بنائے گئے؟ اور اگر 5 نالوں کے لیے اضافی گاڑیاں درکار تھیں تو ان کا انتظام مہم شروع ہونے سے پہلے کیوں نہیں کیا گیا؟

شہری اس صورتحال کا سب سے زیادہ بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ محلہ کمہاراں کے رہائشی محمد یونس نے بتایا کہ ان کے علاقے سے گزرنے والا نالہ مہینوں سے بھرا ہوا ہے اور بدبو کی وجہ سے گھروں میں بیٹھنا مشکل ہو گیا ہے۔ ’’ہم نے کئی بار شکایت کی، ہر بار کہا گیا کہ گاڑی آئے گی، مگر آج تک نہیں آئی۔ بچے بیمار پڑ رہے ہیں اور ہم ڈاکٹر کے پیسے الگ دے رہے ہیں۔‘‘ اسی طرح کی شکایات شہر کے مختلف حصوں سے سامنے آئی ہیں۔

ضلع کونسل کے ایک ذمہ دار نے نام نہ لکھنے کی شرط پر بتایا کہ ٹھیکیدار کمپنی کے خلاف کارروائی کے لیے فائل متعلقہ افسر کو بھیجی جا چکی ہے۔ ان کے مطابق ادائیگی روکنے کا اختیار ان کے پاس نہیں تھا، کیونکہ معاہدے کی شرائط کے مطابق 70 فیصد رقم پہلے ہی جاری کی جا چکی تھی۔ یہ بات درست ہو سکتی ہے، مگر اس سے یہ سوال ختم نہیں ہو جاتا کہ معاہدے میں ایسی شرائط کیوں رکھی گئیں جو کام مکمل ہونے سے پہلے ہی رقم جاری کر دیں؟

ضلع کونسل کے چیف آفیسر نے اعلان کیا ہے کہ 5 نالوں کی صفائی 30 مارچ تک ہر صورت مکمل کی جائے گی، ورنہ ٹھیکیدار کمپنی کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ یہ اعلان اچھا ہے، مگر شہری اب وعدوں سے زیادہ نتائج دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر 30 مارچ کو بھی یہ نالے کچرے سے بھرے ہوئے ملے تو یہ مہم صفائی کی نہیں، کاغذوں کی مہم کہلائے گی۔